ماخذ تحقیقی مجلہ

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

OPEN ACCESS

CC BY NC

**سمیرا ملک**
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، نمل اسلام آباد

# کشور ناہید کے مضامین میں "عورت ایک غیر اجرتی مزدور" متن اساس تنقید کے تناظر میں تانیثی مطالعہ

**Sumaira Malik ***
Ph.D Scholar, Department of Urdu, NUML, Islamabad.

***Corresponding Author:** sumeramalik11@hotmail.co.uk

# Feminist Studies in the Context of Text-Based Criticism: "Woman as an Unpaid Worker" in Kishwar Naheed's Essays

This paper explores the feminist critique of unpaid female labor as articulated in the essays of Kishwar Naheed, a pioneering feminist voice in South Asian literature. By applying text-based criticism to Naheed’s prose, the study foregrounds the systemic marginalization of women's domestic and emotional labor, which remains economically invisible yet socially indispensable. Through a close reading of her essays, the analysis uncovers the ideological constructs that perpetuate gendered labor divisions in patriarchal societies, particularly in the cultural and political context of Pakistan. The paper situates Naheed’s arguments within the broader discourse of feminist political economy, drawing on theorists such as Silvia Federici and Angela Davis, to highlight the continuity between women's oppression in the private sphere and their exclusion from formal labor narratives. Ultimately, the study demonstrates how taxt based criticism applies on Naheed’s essays serve as a potent form of resistance literature, challenging dominant narratives and advocating for the recognition of women’s unpaid labor as foundational to societal functioning.

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15



**Key Words:** *Kishwar Naheed, Feminist, Criticism, Female labor, South Asian Literature, Domestic, Text Based.*

عہدِ حاضر کی نمائندہ ادیب کشور ناہید بیسویں اور اکیسویں صدی کی ترجمان، شاعرہ اور کالم نویس کے طور پر ابھرتی ہیں۔ وہ عہد جدید کے تقاضوں اور ترجیحات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کشور ناہید نے انگریزی زبان میں بھی کالم لکھے ۔ فنِ صحافت کا باقاعدہ آغاز انہوں نے رسالہ " پاک جمہوریت" کی ادارت سنبھالنے سے کیا۔ کچھ عرصے کے بعد "ماہِ نور" کی مدیرہ کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ ۱۹۹۷ء میں انھوں نے روزنامہ "جنگ" سے وابستگی اختیار کی۔ ۳فروری ۱۹۴۰ء کو بلند شہر (ہندوستان) میں سید مولوی کے گھر میں ایک قدامت پسند گھٹے ہوئے ماحول میں پرورش پانے والی کشور ناہید نے اپنی زندگی کے تمام فیصلے روایت سے ہٹ کر کیے۔ نویں جماعت کے بعد سے ہی اخبار میں لکھنے کا آغاز کیا۔ میٹرک کرنے کے بعد خاندان کی دوسری لڑکیوں کے برعکس ضد کر کے کالج میں داخلہ لیا۔ فرسٹ ایئر سے شعر و شاعری کا سلسلہ شروع کیا اور گھر والوں کی شدید مخالفت کے باوجود علم کا سفر جاری رکھا۔ زمانہ طالب علمی سے ہی تقریری مقابلوں اور مشاعروں میں حصہ لیتی رہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے معاشیات میں ایم اے کیا۔ اسی دوران اپنے ہم جماعت یوسف کامران سے دوستی اور بعد ازاں گھر والوں کی مخالفت کے باوجود نکاح کیا۔ اس شادی سے ان کے دو صاحب زادے ہیں۔ ان کے شوہر کا انتقال ۱۹۸۴ء میں ہوا۔ کشور ناہید کے کلام کا انگریزی اور ہسپانوی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ کشور نے خود بھی کئی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ کشور ناہید کی شاعری کو انگلش میں ترجمہ کیا گیا۔ ان کے دو انگریزی تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

The Distance of Shoot 1990

The Scream of an illegitimate Voice 2008

اس کے علاوہ بچوں کے لیے بھی کام کیا ہے۔

پاکستانی خواتین کے حقوق کی نمائندہ آواز کشور ناہید نے تنقیدی مضامین پر مشتمل مجموعہ "عورت خاک اور خواب کے درمیان" جس میں شامل تمام مضامین تانیثی تناظر میں تحریر ہیں۔ مجوزہ مقالے میں کشور ناہید کے ان ہی مضامین کا تجزیہ متن اساس تنقید کے تناظر میں کیا گیا ہے۔

متن اساس تنقید کا بالواسطہ یا بلا واسطہ تعلق تنقیدی دبستان ساختیات، پس ساختیات اور متنی تنقید سے ہے ۔ مگر متن اساس تنقید میں ہم جملے کی تشبیہ اور استعارے یا ساخت کی روایتی بحث نہیں کرتے بلکہ متن اپنے اسلوب کے ذریعے کس بنیادی نقطے کی نشاندہی کرتا ہے اس پر بحث کرتے ہیں۔ جملے کی باقاعدہ ساخت اور الفاظ کی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15



ترکیب، حرفی و نحوی ساخت اور لسانی تشکیلات کی بحث متن اساس تنقید کا حصہ نہیں بلکہ اسلوبی اعتبار سے مصنف کا لکھا مکمل جملہ یا تحریر جو متن کے درجہ پر فائز ہے اس کے اس مفہوم کی نشاندہی کرنا اس تنقید کا مقصد ہے۔

مغربی تنقید کے حوالے سے اس تنقید (متن اساس تنقید) کے بنیاد گزاروں میں ایلیٹ کے بعد نمایاں نام "دریدا" کا ہے (Jacques Derrida 1930-2004) جو ایک فرانسیسی فلسفی تھا۔ دریدا متن کی تفہیم اور اس پر تنقید کرنے والوں میں سر فہرست ہے متن کی اساسی فکری موقف کی بنیاد پر دریدا نے متن سے متعلق چند ایسی خوبیوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو کہ مستقل نوعیت کی ہیں۔ جو متن میں اجزاء کے افتراقی ارتباط سے اس میں معنی خیزی کی ایک مسلسل حالت طے کرتی ہے جو معنی کے یک سمتی استقلال کو ناممکن بنا دیتی ہے اور متن معنی خیزی کی فعال قوت کے حوالے سے بحال ہو جاتا ہے معنی کا یہ عدم تعین جیسے انگریزی اصطلاح un decidability کہتے ہیں ۔ متن کی یہ پیچیدگی اس کے اطلاق کے سبب نہیں بلکہ Signifiers کے باہم افتراقی ربط کے ہمہ جہت تحرک کے سبب ہوتا ہے۔ یہ بنیادی بحث کی متن اساس تنقید کی شروعات کرتی ہے۔(۱)

**کشور ناہید کا تانیثی نقطہ نظر متن اساس تنقید کے تناظر میں**

مضمون کا بنیادی نقطہ جو متن کو اساس بنا کر سامنے آتا ہے وہ عورت جو موضوعِ گفتگو تو رہی ہے لیکن ادبی حوالے سے عورت کے موضوعات کو اس طرح سے نمایاں اور اہم نہیں گردانہ جاتا جس طرح ان کا ذکر ہونا چاہیے۔ اگرچہ یہ اس نقاد کا حق ہے کہ وہ جس موضوع کو چاہے اہمیت سے نوازے۔ بحیثیت نقاد کسی فن پارے، اس میں موجود بنیادی نظریے یا پھر کسی فریم ورک کے تحت۔ اپنے مضمون "ادب اور نسائیت" میں کشور نے عورت کے موضوع پر تخلیق اہم تحریروں کے حوالے کے ساتھ اہم خواتین کا بھی ذکر کیا ہے۔ ادیب خواتین اکثر یہ اعتراض اٹھاتی ہیں کہ عورت کی صحیح اور مکمل شخصیت ادب میں پیش نہیں کی گئی۔ کسی بھی خاتون تخلیق کار کی تخلیقات کا مطالعہ کیا جائے اگر تقریباً ۵۰ فی صد نہیں تو ۳۰ فی صد اس کی تحریروں میں یہ نقطہ نمایاں ضرور ہو گا۔ مضمون میں کشور نے مشرقی خواتین تخلیق کاروں کی تخلیقات کے ساتھ مغربی تخلیقات کا بھی ذکر خاص طور پر کیا ہے۔

> "ورجینیا وولف، ہمارے معاشرے میں "A room of one's own" کی عورت کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ "تھری سسٹرز"، "مس گل"، "والڈ ڈک" اور "کیسٹ میٹ" کی "Social Politics" کے ذریعہ تانیثیت کی قائمیت کا احساس کر سکیں۔"(۲)

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

نسائیت کے موضوع کے اعتبار سے یہ مضمون کسی حد تک اپنی اہمیت کو بڑھاتا ہے مگر مضمون میں ایک جگہ کشور نے ایک جملہ لکھا" جمیل نقش آرائشی عورت کی گرفت سے نکل کر ممتاز شیریں کو "زوجہ صمد شاہین" کے نام کی شناخت کرنا چھوڑ دیں۔اس جگہ مصنفہ تھوڑا "غلو" برت رہی ہیں۔ ادب کی دنیا ہو یا اردو ادب کی تاریخ کے حوالے سے کوئی بھی بحث کی جائے، کہیں بھی "ممتاز شیریں" کی پہچان بطورِ خاص "زوجہ صمد شاہین" کے نام سے نہیں ہوئی۔ "ممتاز شیریں" کی پہچان تانیثیت کے حوالے سے بھی نہیں ہوئی۔ ممتاز شیریں نے اپنے کام سے اپنے نام کی پہچان بنائی ہے اور یہ کسی نظریۂ خاص کے طور پر "ایلین شوالٹر (Elaine Showlter) نے پیش کیا۔ جسے اس نے (Women as writer) کہا ہے کہ عورت اپنے جسم سے باہر نکل کر سماج کا سامنا کرئے اور اپنی تحریروں سے معاشرے میں اپنی پہچان بنائے۔ غور کیا جائے تو "صمد شاہین" کو "ممتاز شیریں" کے نام کے حوالے سے جانا جاتا ہے۔ چہ جائے کہ "ممتاز شیریں کو مردانہ نام کے سہارے کی ضرورت پڑتی۔

**اسی کتاب کے اگلے مضمون ہمارے ادب اور فنونِ لطیفہ میں میچور عورت کہاں ہے؟** میں کشور ناہید نے بڑے خاص موضوع کو اپنی تنقید کے لیے چنا ہے۔ کشور کے نزدیک عورت کا ادب سے تعلق ہے اور بڑا گہرا تعلق ہے۔ ایک تخلیق کار کی حیثیت سے اور ایک اہم کردار کی حیثیت سے بھی جہاں کہیں عورت لکھ نہیں رہی۔ مگر وہ کسی مرد کی کہانی، افسانے، ناول، سفر نامے، آپ بیتی، یا شاعری کا اہم کردار ضرور رہی ہے۔ مگر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس خاص کردار کو بھی ایک خاص عمر تک تحریر میں کردار بنانے کو فوقیت دی گئی ہے۔ جو عورت باشعور ہو۔ کچھ اپنے پرائے کی پہچان کرنے لگے۔ کہیں اچھے بُرے کو سمجھنے لگے تو یہ عورت اردو ادب کے فن پاروں میں مِس فٹ ہو جاتی ہے، ایسی عورت کی جگہ ایک زمانے میں صرف (شاکر علی۔۱۹۷۵ء۔۱۹۱۶ء، پاکستان) اور (کولن ڈیوڈ Colin David۲۰۰۸ء۔۱۹۳۷ء، لاہور، پاکستان) کی پینٹنگ تک محدود ہونے لگی پر وہ بھی ضیاءالحق کے دور میں ختم ہو گئی اور اس کے بعد باشعور عورت جس کی عمر ایسے ۴۰ برس سے شروع ہوتی تھی اپنے بالوں سے پھانسی لیتی ہوئی پینٹنگ میں نظر آنے لگی۔ بس یہ ہی باشعور عورت کا پاکستانی ادب میں نمایاں کردار رہ چکا ہے۔ یا شاید یہ ہی رہے گا۔

ادیبوں اور شاعروں کو اپنی زندگی میں جدوجہد کرتی، زندگی کی تلخیاں سہتی، مردوں کے معاشرے میں مردانہ وار لڑتی، اپنی جگہ اپنا مقام بناتی عورت نظر نہیں آتی۔ اردو ناول میں عورت کا کردار ایک Stereotype کے طور پر یا تو امورِ خانہ داری نبھاتی ہیں اور پیار کی لحد میں ڈولی عورت یا پھر کھیتوں میں کھانا پہنچاتی اور شرماتی لجاتی عورت کا وجود نظر آتا ہے جس کی عمر ۱۶ تا ۲۲ برس کے آس پاس ہو۔ کشور نے تلخ مگر حقیقت پر مبنی موضوع پر گفتگو کی ہے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

اور مذکورہ مضمون میں متن کے حوالے سے کشور کا نقطہ نظر صاف اور واضح ہے۔ مردوں کے طلسم کی نہیں بلکہ وہ ادب کے حوالے سے اس معاشرے میں اس فکر کو بے پردہ کر رہی ہیں جو ایک المیہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ مگر اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دیتا۔

> "ہماری نثر میں (افسانے اور ناول) میں بے نام عورت یا بزرگ عورت تو نظر آتی ہے، جیتی جاگتی عورت دکھائی نہیں دیتی۔ جو مرد اور معاشرے سے مکالمہ بھی کرتی ہو اور جو ان سے سوال بھی کرتی ہو۔ اردو ناول میں چاہے وہ عبد اللہ حسین ہوں یا مستنصر حسین تارڑ، عورت کی وجودی حیثیت، ایک پینٹنگ میں ضرورت کے تحت اس چہرے کی طرح ہوتی ہے جو چغتائی ہوں کہ اللہ بخش، کبھی گلاب کے ساتھ اور کبھی بھینسوں کے ساتھ موجود ہوتی ہے۔ اکیلا ایک شاعر علی ہے جس نے عورت کے نیم حمل کو اس کے پیٹ کے ذریعے بار بار پینٹ کیا۔ ورنہ کبوتر اور عورت کے چہرے کا التزام، جمیل نقش کے یہاں حاوی ہے۔"(۳)

مذکورہ مضمون کے متن سے ایلین شوالٹر کے نظریے کی بھی عکاسی ہوتی ہے کہ عورت کوئی نئی بات سوچنے کے انداز سے اپنے خیالات کا اظہار کرے مگر یہاں بامقصد تانیثی تنقید نگاروں کے بیان معاشرے میں بنائے گئے عورت کے حقوق کی تلفی کے حوالے سے قوانین کے خلاف لکھنے کے بجائے محض مرد کی ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے جب کہ ناقد کے لیے تنقید کا پہلا اصول غیر جانبداری کا رویہ ہے۔

**عورت زنا بالجبر اور اسقاطِ حمل:** عورت کو ظلم و استبداد سے آزادی فراہم کرنا ان کے ساتھ ناروا سلوک، استحصال، جنسی جبر، دہشت، غیر مساوی حقوق، فرسودہ خاندانی رسومات کی بھینٹ چڑھانا، غیرت کے نام پر قتل اور جائیداد سے بے دخل کرنے جیسے مسائل کو تانیثیت کے اہم موضوعات کہا جاتا ہے۔ ایک جملے میں اگر اس کی تعریف کی جائے تو عورت کو محض انسان سمجھا جائے اور اسے انسانی بنیادی حقوق کی فراہمی ہو۔" تو غلط نہ ہو گا۔ کشور ناہید کی شاعری ہو، کالم نگاری ہو یا مضمون نویسی، ان کا بنیادی موضوع "عورت کے حقوق بحیثیت انسان" رہا ہے اور اس کے لیے وہ قلم و عمل دونوں طرح سے نمایاں کارکردگی دکھاتی رہی ہے۔ مذکورہ مقالے میں متعدد دوسرے مضامین کے ساتھ کشور ناہید کی کتاب "عورت خواب اور خاک کے درمیان" میں شامل مضامین کو بھی شاملِ تحقیق کیا گیا ہے۔ ۱۵۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۷ مضامین میں تانیثی تناظر میں خواتین کے مسائل کی نہ صرف عکاسی کرتی ہے بلکہ بہت سے ایسے حقائق کو بے نقاب کرتی ہے جن کو موضوع بناتے ہوئے ہمارے یہاں ادبی حلقہ اجتناب سے کام لیتا رہا

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

ہے۔ عبد العزیز ملک نے اپنے ایک مقالے میں کشور ناہید کے بارے میں لکھا کہ کشور دِل میں قلم کو ڈبو کر لکھتی ہیں اور اس طرح اپنے جذبات اور احساسات میں ڈوب کر لکھتی ہیں کہ ایک عورت کی جذباتیت کا برملا اظہار ہوتا ہے۔

حقیقت میں کشور ناہید ان چند خواتین قلم نگاروں میں شمار ہوتی ہیں جو عورت کی حساسیت اور جذباتیت کو محض محفوظ کرنے یا اپنی شاعری صلاحیتوں کا قائل کرنے کے لیے نہیں لکھتی۔ فہمیدہ ریاض اور کشور ناہید کو اگر خواتین کا "منٹو" کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ کیونکہ ان دونوں خواتین نے تخلیقی صلاحیتوں کو حقیقت بلکہ تلخ حقیقت کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ محض عورت کو صنفِ نازک قرار دیتے ہوئے محبت اور عشق کے جذبے سے سرشار ایک نازک پری کے طور پر کشور ناہید کے مضامین میں عورت کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ اپنے مضمون "عورت، زنا بالجبر اور اسقاطِ حمل" متن سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس تحریر میں شامل مواد کس قدر حقیقت کو بے نقاب کرنے والا ہو گا۔ عام طور پر خواتین لکھاری بلکہ مرد لکھاری بھی ایسے موضوعات پر قلم اٹھانے سے گریز کرتے ہیں۔ مذکورہ مضمون میں مصنفہ نے نفسیاتی ماہرین کے یہاں بھی عورت کی بے قدری اور حق تلفی کو اجاگر کیا ہے۔ بڑے بڑے نفسیات دان جن میں ایڈگر، فرائیڈ اور ژونگ کے نام بطورِ خاص مضمون کے متن کا حصہ تھے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے جنس اور عورت اور مرد کے جسم کے حوالے سے نفسیاتی نظریات بھی بنائے اور ان پر بحث بھی کی لیکن یہ اور ان جیسے متعدد اور اہم نفسیات دان عورت کے ساتھ ہونے والی جنسی زیادتی (زنا بالجبر) اور اس سے ہونے والے حمل کو کہیں قابلِ توجہ نہیں گردانا، پاکستانی معاشرے میں ہونے والے زنا بالجبر کے زیادہ تر زنا بالرضا کہہ کر ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ مضمون میں زنا بالجبر کی زیادتی کو نمایاں کرنے کے لیے مصنفہ نے جانوروں کے بنائے ہوئے قوانین کا ذکر تک کر دیا، لکھتی ہیں:

> "ماہرین حیوانات نے مثالیں دے کر ثابت کیا ہے کہ جانوروں میں کہیں زنا بالجبر ممکن نہیں، جب تک مؤنث جانور، مذکر کے پیغام کو قبول نہیں کرتا، جنسی عمل ممکن نہیں"[۴]

> اسی مضمون کا دوسرا اہم جزو زنا کے بعد عورت کے حاملہ ہو جانے پر اسقاط کا حق عورت سے چھین لینے کا ہے۔ حکومتی سطح پر عورت کے اس عمل میں اس کی مدد کے لیے کوئی بھی فلاحی ادارے موجود ہیں کہ اول اس کو رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار عورت کے پاس ہونا چاہیے اور دوم اگر وہ نہ رکھنا چاہیے اور معاشرے میں اپنی رہی سہی عزت کو بچانا چاہیے تو چند ایسے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

ادارے موجود ہوں جو اس کی اس پردہ داری میں اس کے ساتھ ہوں اور زنا کے ذریعے ٹھہرنے والے حمل کا پہلے تین مہینوں میں اسقاط قانونی طور پر جائزہ قرار دیا جائے۔"(۵)

کشور ناہید ایسے معاشرتی، فلاحی اور سماجی موضوعات پر قلم اٹھاتی ہیں جن پر لکھنا آسان ہے اور نہ ان کو پڑھنا، مگر ان واقعات جن پر لکھا گیا ان واقعات کی شرح پر روز بروز اضافہ ایک سوالیہ نشان ضرور ہے مگر سدِباب کی کوئی صورت نہیں۔ طاقت ور مرد معاشرہ جب اور جیسے چاہے عورت کی عصمت دری میں کسی نہ کسی طرح اپنا حصہ ڈالتا ہی رہتا ہے۔ کبھی چہروں پر تیزاب ڈال کر کبھی جنسی تشدد اور عزت کی پامالی یعنی ہندوؤں کی کوئی ایسی رسم نہیں جیسے پاکستانی پدرسری معاشرے نے عورت کے حوالے سے اپنی روایت نہ بنایا ہو۔ یہ بات الگ ہے کہ ابھی تک پیدا ہوتے ہی دفن اور زندہ جلا دینے کی شرح کم ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایسا نہیں ہے۔ بس اس کا طریقہ فرق ہے بچی کو پیدا ہوتے ہی دفن کرنے یا زندہ جلانے کے بجائے جدید معاشرے میں چند دنوں کی بچی کے سینے میں پانچ گولیاں اور کوئی نہیں خود اس بچی کے سگے باپ نے ماری تھیں۔ اسی معاشرے میں عورت کے لیے ایک روایت بچپن کی شادیاں بھی ہیں جس موضوع کو کشور ناہید نے اپنے مضمون **"مسلم عائلی قوانین کے تحت عورتوں کے حقوق"** میں نمایاں کیا ہے۔ مذکورہ مضمون میں مصنفہ نے بچپن کی شادی پر اعتراز کیا ہے جو مشترکہ رہن سہن کے باعث مسلمانوں میں آیا ہے اور اس کے ساتھ کبھی درخت اور کبھی قرآن پاک سے عورت کا نکاح کر کے اسے ساری عمر کے لیے اپنی باندی بنانا یا وراثت میں اس کو اس کے حق سے محروم کرنا مقصد ہے۔ دوسری شادی پر اختلاف نہیں لیکن عورت اور بچوں کے نان نفقے کی ذمہ داری دوسری شادی کے بعد بھی شوہر کے ذمہ ہونی چاہیے۔ اسی طرح پاکستانی قانون میں عورت کے لیے طلاق اور خلاء کے بعد ملنے والے حقوق اور قوانین کو بھی مذکورہ مضمون میں نمایاں کرنے کا مقصد عورت کے انسانی حقوق کو تشکیل دینا ہے۔ مضمون میں مصنفہ نے ایک سروے پر تجزیہ کچھ اس طرح سے کیا ہے۔

"نورتن اور کلک نے ایک سروے میں یہ بھی تجزیہ کیا کہ ملازمت پیشہ خواتین کے مقابلے میں غیر ملازمت پیشہ لڑکیاں شادی جلد کرتی ہیں۔ ہم ملازمت پیشہ اس بات سے ڈرتی ہوئی کہ شوہر کہیں ملازمت نہ چھڑوا دے۔ شادی سے گریز کرتی ہیں اور پھر اس گریز کی عادی ہو جاتی ہیں۔"(۶)

مصنفہ نے اس سروے کا سال شامل نہیں کیا کیونکہ عصرِ حاضر میں کام کرنے والی خواتین کی شادی گھریلو

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

خواتین کی نسبت جلد ہوتی ہے کیونکہ اب مرد اکیلے گھر کا خرچ نہیں چلا سکتا۔ وقت کے بدلتے تقاضے اور مہنگائی نے عورت کی ڈیوٹی میں بھی تبدیلی کر دی ہے۔ جیسا کھیتوں میں کام کرنے والی خاتون پر گھر داری کی بھی پوری ذمہ داری اسی عورت کے کندھوں پر ہوتی تھی۔ وہ کھیتوں میں کام کرنے والی عورت اب کھیت سے فیکٹری اور ملٹی نشنل کمپنیوں کے سفر پر نکل چکی ہے۔ اپنے مضمون "**عورت اور زراعت**" میں کشور ناہید نے اسی نقطے کو نمایاں کیا ہے کہ کھیتوں میں زمین داری کرتی عورت کو گندم کی فصل کی کاشت کے بعد ہر قسم کے حق سے معذول کر دیا جاتا ہے اور اگر اس دوران عورت حاملہ ہوتی تو پیدا ہونے والے بچے میں کسی کمزوری کا ذمہ دار بھی عورت ہی کہلائی جاتی۔ کشور ناہید نے اپنے مضامین میں جن جن موضوعات کو نمایاں کیا ہے وہ معاشرے کا حصہ ضرور ہیں اور ایک المیہ بھی ، لیکن اس کے باوجود عصرِ حاضر میں عورت ۵۰ فی صد اپنی تعلیم ، اپنی اہلیت اور تانیثی حقوق کے حصول کے لیے کوشاں بھی ہے اور کامیاب بھی لیکن اس بات پر بھی کوئی شک نہیں کہ مرد معاشرہ ہر قدم پر عورت کے لیے مشکلات کھڑی کرنے اور اسے کمزور ثابت کرنے پر تلا ہے مگر ایسے مرد معاشرے میں ایسے حضرات بھی ہیں جنھوں نے عورت کی ترقی اور اس کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی ہے جس کا ثبوت عورت کا عصر حاضر میں اعلیٰ اداروں میں ملازمت کرنا اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونا بھی شامل ہے۔ جس کی ایک مثال خود کشور ناہید ہیں۔ اسی جذبے اور اسی محنت نے عورت کو سیاست تک پہنچایا۔ مصنفہ کے نزدیک اندرا گاندھی اور فاطمہ جناح دو ایسی خواتین تھیں جنھوں نے برصغیر کی عورت کے لیے چند فائدہ مند اقدامات کیے اور اس کے ساتھ ساتھ مشرقی عورت کو مغرب کی طرف سے یہ تحفہ ملا کہ انھیں شروع سے ہی ووٹ کا حق حاصل تھا۔ شاید یہ واحد ایسا حق ہے جو عورت کو بغیر مانگے ملا۔"[۷]

کشور ناہید اس بات کی قائل نظر آتی ہیں کہ عورت کے کردار کو تسلیم کرتے ہوئے اصلاحات میں تبدیلی اور حوصلہ افزائی ایک خوش آئند قدم ہے۔ مذکورہ مضمون میں کشور ناہید عالمی اور ملکی سطح پر عورت کے سیاسی کردار سے کسی قدر مطمئن نظر آتی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ عورت معاشرے کا جتنے فیصد حصہ کسی سیکرٹری، وزیر اعظم یا کسی اعلیٰ سرکاری عہدے پر فائز ہے اور جتنے فی صد عورتیں ان سرکاری مرعات سے فائدہ اٹھا رہی ہیں کیا وہ کمزور عورت طبقے کے لیے کوشاں ہیں؟ اگر ہیں تو عورت پر اتنے مظالم کیوں اور خود عورت جرم کا حصہ کیوں بن گئی ہے۔ کشور ناہید نے "**عورت اور جرم**" کے عنوان سے مضمون میں اس نقطے کو نمایاں کیا ہے کہ عورت جرم کا ارتکاب زیادہ تر ایسی صورت میں کرتی ہے جہاں اس کے ماں باپ یا اس کے بچوں کے دفاع کا معاملہ آتا ہے۔ مصنفہ کے متن سے اس بات کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ مغرب اور مشرق میں عورت کے جرائم کی شرح تقریباً ایک سی ہے اور کشور

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

ماخذ تحقیقی مجلہ

ناہید ایسے معاملات کو ہمیشہ حقیقت پسندی سے لکھتی رہی ہیں۔ مصنفہ اس حقیقت کا ادراک رکھتی ہیں کہ معاشرے میں مرد کا جرم جلدی سامنے آتا ہے جب کہ عورت کا جرم پوشیدہ رکھا جا سکتا ہے کیونکہ اس کے گھر والے اس کے پوشیدہ رکھنے پر رضامند ہوتے ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود عورت کے جرم کی سزائیں کمی نہیں ہوتی لیکن مرد قتل کے بعد بھی بری ہو جاتا ہے۔ مصنفہ کے اس متن سے معاشرے میں طاقت اور کمزور طبقے کی نمایاں عکاسی ہوتی ہے کہ:

"ملک میں پولیس زیر دستوں کے بجائے زبر دستوں کا ساتھ دیتی ہے۔"(۸)

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرے میں پولیس کا محکمہ بدنام ہے اور اس کی وجہ سے یہ ہی ہے کہ رشوت عام ہو چکی، ورنہ ایک ماں اپنی بیٹی کی اپنے شوہر کے ہاتھوں عصمت دری کی رپورٹ ضرور کرواتی اور اگر کوئی بیچاری ایسے ظلم کے جواب میں قتل کا مرتکب ہو جائے تو اسے "سزائے موت" یا کم از کم عمر قید تو ضرور ہوتی ہے۔ یہ جانے بنا کہ عورت کے اس اقدام کا پس منظر کیا تھا۔ حقائق اور ثبوت لینے اہم ہیں لیکن حقیقت میں ان کی اہمیت صرف لفاظی سے زیادہ نہیں۔ اس کے برعکس کشور ناہید نے **"ذرائع ابلاغ اور عورت"** کے عنوان سے مضمون میں عورت کے کردار کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ متن سے مصنفہ کا تنقید کے ساتھ ساتھ ایک طنزیہ اندازِ بیاں سماج کے استعمار اور عورت کی تذلیل خود عورت کے ہاتھوں کروانے کی عکاسی کرتا ہے۔ اخلاقی، اصلاحی ناولوں میں عورت کو گھر داری اور مرد کے غصے کی برداشت کرنے کی تنبیہ، فلموں میں عورت پر ظلم ہوتے دیکھ کر عورت کے جذبے کی تسکین کیوں کہ اس طرح وہ عورت پر ترس کھاتی ہے اور اس طرح اس کے لیے ہمدردی کے جذبے کی تسکین ہوتی ہے کہیں اس کے ساتھ ذرائع ابلاغ کا مثبت کردار عورت اور مرد کے درمیان مساوی حقوق ادا رکھنے کی تلقین کرنا بھی ہے۔ لیکن عورتوں کی تحریکوں کو صرف عورت ذات تک محدود رکھا جانا چاہیے۔ کشور ناہید نے اس رجحان کی مخالفت بھی اس مضمون میں کی ہے۔ مصنفہ لکھتی ہیں:

"ذرائع ابلاغ ایک ایسی تہذیبی قوت ہے جو کہ تہذیبی حقائق کی عکاسی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ کسی معاشرے میں عورت کا مقام اور تصور کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس معاشرے، اس ملک اور علاقے کے اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ہونے والے پروگراموں کے مجموعی جائزے سے بخوبی ہوتا ہے۔"(۹)

عالمی سطح پر ذرائع ابلاغ کا عورت کے حقوق میں کتنا کردار ہے اس کی عکاسی مضمون میں مصنفہ نے کی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15



مختلف اقتباس سے ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عورت کا ذرائع ابلاغ سے متعلق عوامل کے ردِ عمل کو بھی تفصیلی طور پر مضمون کا حصہ بنایا ہے۔ اور کتاب میں اس سے اگلا مضمون **"عورت اور اسلام"** کے عنوان سے ہے۔ پہلے عورت کے معاشرتی تناظر میں اور پھر دینی تناظر میں اس حقیقی فلسفے کی تحریر میں کشور ناہید چند اسلامی رجحانات کے خلاف ہیں۔ اب یہ تو یا کشور ناہید بتا سکتی ہیں یا اسلام کے محافظ جنھیں عام زبان میں "مولوی" حضرات کہا جاتا ہے جن کے پاس فتوؤں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جو کسی بھی بات کو چاہتے نا چاہتے مردانہ معاشرے کے بنائے اصولوں کے مطابق پیش کرتے ہیں۔ راقمہ کے خیال سے کشور ناہید ان باتوں سے اختلاف کرتی ہیں جن میں عورت کو محض پردے کی آڑ میں مفلوج بنا کر مرد اور معاشرے کا محتاج بنایا جاتا ہے۔ مصنفہ کے نزدیک معاشرے میں جس طرح سے دینی حوالوں کو عورت کے خلاف اور خاص کر عورت کی ترقی اور خود مختاری کے خلاف استعمال کیا جاتا وہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت کیا جاتا ہے۔ مضمون میں مصنفہ کے الفاظ کچھ اس طرح درج ہیں:

> "ہر مسجد و منبر پر یہ وعظ ہے کہ آدم کو گندم کا دانہ حوا نے کِھلایا، ورغلایا یوں جنت سے آدم دھتکارے گئے اور سزا کے طور پر دنیا میں بھیجے گئے۔ اس روایت کا اصل کیا ہے؟ اور قرآن و سنت اس کے بارے میں کیا کس قدر مختلف ہدایات رکھتے ہیں۔ یہ یا تو کسی کے علم میں نہیں یا پھر اس علم کو استعمال کرنا، اپنی حیثیت کو کم کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے مرد اور مولوی اس کلیے کو دہراتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اصلیت یہ ہے کہ قرآن شریف میں واضح طور پر درج ہے کہ "شجر کا دانہ دونوں نے کھایا اور دونوں کو زمین پر بھیج دیا گیا۔"(۱۰)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مسلم معاشرے یا مسلم تہذیب میں عورت کمزور اور مرد کی حفاظت یا اس کے ساتھ کے بنا زندہ رہنے والی مخلوق ہے۔ کہنے کو عورت حساس اور معصوم ہے لیکن جب اس پر مرد تیزاب پھینکتا ہے یا ساس آگ لگا دیتی ہے اس وقت وہ اس عورت کی معصومیت کہیں غائب ہو جاتی ہو گی۔ اسلام میں عورت کے مرتبے کو اتنا زیادہ حساس نہیں بنایا گیا جتنا بعد کے آنے والے لوگوں اور معاشرے نے ان کے حقوق کو سلب کرنے کے لیے بنا لیے ہیں۔ جب عورت کو جائیداد سے، وراثت سے محروم کیا جاتا ہے۔ اس وقت مولویوں کے کوئی فتوے کار گر نہیں ہوتے۔

مضمون میں ایک متن میں عورت کا مسجد میں جا کر نماز پڑھنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت میں عورت کے مسجد میں جانا معیوب نہیں لیکن مسجد میں جانے سے پہلے گھر والوں کے خصوصاً شوہر یا باپ کے حق تلفی معیوب

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

عمل ضرور کہا جا سکتا ہے۔عام طور پر عصرِ حاضر میں یہ روایت عام نہیں کہ مسلم خاتون کسی دینی مدرسے یا مسجد جانے کے لیے بہ ضِد ہے۔ یہ ضد اسلام میں جائز نہیں۔ اس کے ساتھ دین نے بعض معاملات کو انسان کے اخلاقیات پر بھی چھوڑا ہے لیکن جیسے مرد ان اخلاقیات سے لاپرواہی برتتے ہیں ایسے ہی عورتیں بھی اس عمل سے گریز نہیں کرتیں۔ دین میں ساس، سُسر کی خدمت کا حکم نہیں، بیوی کو علیٰحدہ گھر میں رکھنے کی اجازت ہے۔ مگر بیٹے پر ماں باپ کی خدمت فرض ہے۔ بیوی کا حق شوہر پر بعد میں جب کہ ماں کا پہلے ہے لیکن مضمون کے متن میں اس حقیقت سے صرفِ نظر کیا گیا ہے۔ وہ خواتین بھی ہیں جو بیٹے کو ماں باپ سے دور کر کے والدین کو کمتری کی زندگی گزارنے پر مجبور کرتیں ہیں اور اگر کوئی ایک دو فیصد مرد دوسری شادی جو مرد کے لیے مذہبی تناظر میں جائز ہے اور اس کے لیے اجازت کی بھی ضرورت نہیں اگر مرد ایسا کرنے کا سوچے یا کر گزرے تو اس مرد نے عورت کے ساتھ بہت بڑی زیادتی یا جرم کا ارتکاب کیا۔ اس طرح کے متعدد ایسے مذہبی حقائق ہیں جس سے خواتین صرفِ نظر کرتی ہیں۔ مگر جو مردوں کے لیے جائز نہیں۔ مذہب یا ادب کے حوالے سے عورت اور مرد کے تانیثی حوالے حقوق اور فرائض ایک جیسے ہی ہیں۔ یہ بات الگ ہے کہ ایک گھریلو زندگی اور معاشرتی بنیادی ضروریات میں عورت کو مرد کے برابر انسانی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ جیسا مصنفہ نے اپنے اگلے مضمون **"عورت، غیر اُجرتی مزدور اور دوسری ذمہ داریاں"** میں عورت کے ناقدانہ اور حقیقت پسندانہ انداز سے معاشرے میں عورت کے مقام، اس کی ذمہ داریوں اور اس کے بدلے اس کی اجرت کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے۔ بین السطور عورت اور اسلام کے حوالے سے اس نقطے کا جائزہ لیا جائے تو عورت کی اجرت مذہب میں اپنے بچے کو دودھ پلانے پر بھی رکھی ہے، مگر ہمارے معاشرے میں گھریلو اقدار اس حق سے عورت کو محروم رکھتی ہے۔ بلکہ دورانِ حمل عورت کو کھانے پینے کی بنیادی سہولتیں بھی مہیا نہیں کرتے۔ مضمون کے متن میں مصنفہ دیہی علاقوں کی خواتین کے حقوق سے لاعلمی اور تعلیم کی کمی کو زیادہ نمایاں کرتی ہیں۔ ان کو صرف اتنا علم ہوتا ہے جو خاندان والے یا پھر معاشرہ ان تک پہنچاتا ہے۔ اس male dominated معاشرے میں عورت کو وہ حقوق بھی اس طرح سے نہیں دیے جاتے حقائق ایسے بھی ہیں جن میں عورت ہی عورت کے حقوق سلب کرنے کی بنیادی وجہ بنتی ہے۔ رشتہ چاہے بہو کا ہو یا ساس کا یا شوہر کا تانیثی حقائق میں ان موضوعات کا حل ہونا ضروری ہے کہ جہاں عورت ہی عورت کی دشمن بن جاتی ہے۔ لیکن ان کی تخلیقات کا دائرہ نسوانی سرکشی تک محدود نہیں بلکہ وہ پورے معاشرے کو تبدیل کرنے کی حامی ہیں۔ ڈاکٹر رشید امجد نے اپنے مضمون "کشور ناہید، ایک چیلنج" میں اس بات کی تائید ان الفاظ میں کی ہے:

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

"جدید سامراج اس وقت تک آرٹ اور لٹریچر کو کچھ نہیں کہتا جب تک وہ اس کی جڑوں پر حملہ آور نہ ہو اور چونکہ کشور کی شاعری براہِ راست ان جڑوں پر حملہ کرتی ہے اس لیے دائیں اور بائیں بازو کے وہ تمام دانشور جو طبقاتی نظام کے خلاف بھی ہیں اور آزادی نسواں کی باتیں بھی کرتے ہیں، اس کے خلاف ہیں۔"(۱۱)

مرد نے عورت کو اپنے زیرِ سایہ رکھ کر اس کی اخلاقی تربیت کو اپنے احساسات و جذبات کے تابع کرنے کی کوشش کی ہے۔ خواتین اردو ادیبوں میں اس "نسوانی تحریک" یا فیمنزم کے منظر نامے پر زہرہ نگاہ، ادا جعفری اور زاہدہ حنا سے لے کر فہمیدہ ریاض اور کشور ناہید تک کئی اہم نام موجود ہیں لیکن مغرب میں پروان چڑھنے والی آزادی نسواں کی تحریک کی اگر کہیں مثال دی جاسکتی ہے تو وہ کشور ناہید ہے۔ کیونکہ کشور ناہید مغربی تانیثیت پسند ادیبوں میری این فرگساں اور ورجینا وولف سے متاثر نظر آتی ہیں۔ کشور ناہید کے مطابق جس ماحول میں پاکستانی عورت سانس لے رہی ہے، وہ اس کو جانِ غزل تو بناتا ہے لیکن عورت کو غزل گو کی حیثیت سے قبول نہیں کرتا یعنی اس کی صلاحیتوں کو ماننا مرد اپنی انا کے خلاف سمجھتا ہے۔ کشور ناہید آج کے اس صنعتی عہد سے سخت نالاں ہیں جس میں عورت کی نسوانیت کو خوب استعمال کیا گیا ہے۔ اس صنعتی اور سرمایہ دار معاشرے میں تکنیکی، عمرانی، ذہنی اور جذباتی منقولات کو مشتہر کر کے عورتوں کو اشتہار بازی کا لازمی جزو بنا دیا گیا ہے اور اس کی صلاحیتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ کشور ناہید جوتے، کپڑے اور شیونگ بلیڈ بیچتی اشتہاری عورت کے خلاف احتجاج بلند کرتی ہیں۔ اس معاشرتی مزاحمت کی وجہ ان کا ماحول، اپنی ذات سے آگاہی اور غیر معمولی ذہانت ہے۔ وہ ایک ایسی عورت ہے جو روایت اور جدت دونوں کی پُرزور حامی ہے۔ مضمون میں مصنفہ نے عورت میں بدلتے قانون اور عورت کے حقوق کا ذکر کیا ہے یعنی عورت کے لیے علم کا حصول اتنا ضروری ہے جتنا زندگی کی دیگر بنیادی ضروریات کا ہونا اس بات پر بحث کشور ناہید نے **"عورت، تعلیم اور نصابِ تعلیم"** میں کیا ہے۔ عورت کی تعلیم کے حوالے سے ایک طویل بحث سر سیدؒ، حالیؔ اور آزادؔ کے دور میں ہو چکی ہے۔ عورت کے لیے دینی تعلیم وہ بھی ناظرہ اور مردوں کے لیے انگریزی کی اعلیٰ تعلیم لازم تھی۔ ہمارے برصغیر کی خواتین کے لیے خواتین معاشرے کے بنیاد انھیں چند اصولوں پر ہی رکھی گئی اور اسی اصول پر نصاب بھی ترتیب دیئے جاتے۔ جہاں لڑکے کی اہمیت لڑکی سے زیادہ ہوتی، لڑکے کے لیے گھر سے باہر کی دنیا ہوتی اور لڑکی کے لیے گھر کے اندر کی۔ مصنفہ کے اس متن سے اس نقطے کی بخوبی عکاسی ہوتی ہے:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15



"پاکستانی کرداروں میں ، سیکنڈری سکول کی نصابی کتابوں میں بالخصوص خواتین کرداروں کے ساتھ عصبیت نمایاں ہے ۔اونچے طبقے کے کرداروں کے پیش کیے جانے کے باوجود خواتین کردار صرف ۹ فی صد رہتے ہیں۔ کارکن خاتون دکھائی جاتی ہے۔ تو وہ دیہی علاقوں میں ، علاوہ ازیں نوکری یا تعلیمی سرگرمی میں مصروف لڑکی کہ جو ڈاکٹر ، استانی یا کچھ اور بننا چاہتی ہے نہیں دکھائی جاتی۔ معاشرے میں لڑکیوں کی پرورش لڑکیاں کھیلتی دکھا کر اور لڑکے بندوق چلا کر دکھایا کرنے کی تحریریں عام ملتی ہیں۔"(۱۲)

یعنی آغاز سے ہی عورت کی ذہنی نشوونما میں غلامی کی تحریک کو فروغ دیا جاتا ہے کہ وہ محض اپنی ذات اور اس سے جڑی آزادی کے متعلق نہ سوچے تعلیم کا مطلب صرف دستخط کرنا نہیں بلکہ جہالت کو ختم کرنا ہے۔ مصنفہ کے نزدیک عورت کے لیے نصاب جس کا بنیادی مقصد عورت کو معاشرے میں مرد سے کم مقام دینا ہے ۔ مضمون کے متن میں انجینئر اور ڈاکٹر لڑکیوں کے رشتے اس لیے نہیں ہوتے تھے کیونکہ ان لوگوں نے گھروں سے باہر کا ماحول دیکھ رہا تھا مگر عورت کے لیے ہر دور ہی آزمائش کا دور رہا ہے۔ عصرِ حاضر میں انجینئر ،ڈاکٹر ، پروفیسر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے رشتے ہو جاتے ہیں۔ اس شرط پر کہ وہ گھر کی آمدنی میں شوہر کا زیادہ ہاتھ بٹائیں گی۔ پہلے تو صرف گھر گھر عورت کی ذمہ داری تھی۔ موجودہ دور میں عورت گھر داری بھی کرے ، بچے پیدا کر کے ان کی پرورش بھی اور گھر سے باہر ملازمت کر کے گھر کے معاشی حالات میں بھی کردار ادا کرے لیکن زبان سے ایک حرفِ شکایت ادا نہ ہو۔ آج کی عورت سے سوپر وومن "Super women" کی سی صلاحیتوں کی امید کی جاتی ہے اور اسی نقطے کو باقاعدہ موضوع اور تفصیلی بحث کے ساتھ کشور ناہید نے اپنے مضمون **"عورت، شادی، ملازمت"** میں پیش کیا ہے اور ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور وہ اس نقطۂ نظر کی حامی ہیں کہ مشرق ہو یا مغرب دونوں اطراف شادی شدہ عورت کی ملازمت معاشرے کی تنقید اور غیر آمادگی کا سامنا کر رہی ہے۔ شاید مصنفہ نے اس حقیقت کا سامنا بطور خاص مغربی Working woman کے حوالے سے کیا ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ایسی شادی شدہ خواتین کے یہاں شرح پیدائش کم ہوتی ہے۔ جو ملازمت پیشہ ہوں۔ اس تناظر میں مضمون کا متن درج ہے:

"ملازمت کرنے والی خواتین کے حوالے سے شرح پیدائش غیر ملازمت پیشہ خواتین کے مقابلے میں تقریباً ۴۰ فی صد کم ہوتی ہے۔ اسی طرح ملازمت پیشہ خواتین کی شرح طلاق

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15
ماخذ تحقیقی مجلہ

عام خواتین کی طلاق کی شرح کے مقابلے میں دوگنا ہوتی ہے۔ کیونکہ ملازمت پیشہ خاتون کے گھر کی حیات، بہر حال ایک غیر ملازمت پیشہ خاتون سے مختلف ہوتی ہے۔"(۱۳)

ایسی خواتین جن کا ذکر بین السطور درج ہے ان کی نفسیات گھریلو خواتین کی نفسیات سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔ یا پھر اس کی ایک بڑی وجہ ایسی خواتین کی دیر سے شادی ہونا بھی ہے۔ حقیقت ملازمت پیشہ خاتون شادی سے پہلے اپنی ملازمت اور گھریلو مالی حالات کی پریشانیوں سے اس قدر لڑ چکی ہوتی ہے کہ اس میں ایک نئے رشتے، نئے خاندان کو برداشت کرنے کا حوصلہ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مضمون میں ملازمت پیشہ خاتون اور مرد کی تنخواہوں کا معاملہ بھی عورت کی طلاق کی شرح میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ ملازمت پیشہ خاتون معاشی طور پر شوہر کی زندگی میں بظاہر تو اطمینان کا باعث بنتی ہے مگر کہیں کہیں مرد یعنی شوہر کے اندر اس عورت کے انفرادی مقام کو قبول کرنے میں جھجک بھی موجود ہوتی ہے۔ اپنے شوہر، گھر، بچے، سسرال کو خوش کرتے کرتے عورت کی صحت کسی حد تک اثر انداز ہوتی ہے اس کا اندازہ جوانی میں نہیں بلکہ بڑھاپے میں جا کر ہوتا ہے۔ جب عورت بڑھاپے میں قدم رکھتی ہے تو جسمانی اعضاء میں شدید تکلیف محسوس کرتی ہے اور کبھی کسی نہ کسی نفسیاتی عارضے کا شکار ہوتی رہتی ہے۔ اس معاملے کو مصنفہ نے اپنے مضمون **"عورت اور صحت"** میں موضوعِ بحث بنایا ہے۔ مضمون کے ابتدائی متن میں کشور ناہید کے اندازِ تحریر میں تلخی نمایاں ہے۔ اگرچہ موضوع میں عورت کی صحت کا دورانِ حمل اسقاطِ حمل یا بچوں کی پیدائش کے بعد کے وقت کو زیادہ نمایاں کیا گیا ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر مصنفہ اپنے اس مضمون میں بڑھاپے یا ۵۰ برس پر پہنچنے والی خواتین کی مجبوری کی شرح کو بھی شامل کرتی جو ورکنگ وومن ہونے پر اپنی صحت سے زیادہ اپنے خاندان کے لیے فکر مند رہتی ان خواتین کا شمار شادی شدہ میں ہو یا غیر شادی شدہ میں لیکن معاشرے کا ایک المیہ ہے کہ بڑی عمر میں غیر شادی شدہ عورت کی صحت کے مسائل کی شرح میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ جسے مصنفہ نے اپنے مضمون **"پاکستانی کارکن عورت کا معیشت میں حصہ"** کے متن میں ایک سروے پیش کیا ہے کہ پاکستانی معاشرے میں معیشت کے میدان میں سرکاری، نیم سرکاری، اور غیر سرکاری محکموں میں عورت کی شرح تعداد کیا ہے اور حکومت کو کتنے فی صد فائدہ عورت کی وجہ سے ہوتا ہے اور بدلے میں معاشرہ یا حکومت عورت کی مشکلات میں کتنی مددگار ثابت ہوتی ہے۔ مضمون کے آخر میں مصنفہ نے چند سفارشات بھی دی ہیں جن کا مقصد معاشرے میں ہنر مند عورتوں کو ملازمت کے مواقع فراہم کرنا اور ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہے۔ کتاب میں شامل آخری

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15



مضمون **"عورت ایک مطالعہ عالمی سطح پر یونیورسٹیوں میں"** مضمون میں عورت پر ہونے والی تحقیق کو موضوع بنایا گیا ہے۔ عورت کی ذات اس کے مسائل جن کا ذکر پوری کتاب میں شامل ہر مضمون میں الگ الگ نوعیت اور تناظر سے بھی درج ہیں ۔عورت کے مسائل کے حوالے سے انیسویں اور بیسویں کے محققین کی آراء اور نظریات میں ترجیحات پر اور ان کی کارکردگی کو قابلِ بھروسہ سمجھنا ہے اور مضمون میں مختلف یونیورسٹیوں میں موجود شعبہ جات اور ان میں کام کرنے والی خواتین کے متعلق اعداد و شمار کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔ اہم بات یہ کہ یہ اعداد و شمار بالکل غیر جانب دارانہ طریقے سے مرتب کی گئی ہیں اور پھر ان پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ بین السطور اس مسئلے کا متعدد بار ذکر کیا گیا ہے کہ عورت کے لیے صرف چند مخصوص شعبوں کو ملازمت کے لیے مختص کرنا ان کی صلاحیتوں پر شبہ کرنے کے مترادف ہے۔ طب اور تدریس کے شعبے کو عورت کے لیے چنا جا چکا ہے اور امید بھی یہ ہی کی جاتی ہے کہ عورت انہی شعبوں میں اپنی کارکردگی کے جوہر دکھائے اور مرد معاشرے میں مقام حاصل کرے۔ جب کہ عصر حاضر میں دنیا بھر کی خواتین خلاء سے لے کر سمندر کی تہہ تک کے شعبہ جات میں اپنی مہارت دکھا چکی ہیں پھر بھی تعلیمی اداروں میں عورت پر تحقیقی کام اس نوعیت اور اس تعداد میں نہیں ہو تا جتنا کہ مردوں کے لیے کروایا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے مضمون کے متن میں مصنفہ کا نقطہ نظر یہ ہے۔

> "عورت پر مطالعہ اور تحقیق کا بنیادی جزو یہ ہے کہ عورت کے لیے محض جنس کو بطورِ حوالہ خارج کر دیا جائے۔ عورت اور مرد کی جنسی روابط اہم اور بنیادی ہیں۔ مگر زندگی کے تمام تر شعبوں کی اساس جنس نہیں ہے۔ اس نقطہ نظر کو صرف عورتوں نے نہیں، عورت اور مرد نے مل کر بطور فرد سماجی ڈھانچے کو بہتر بنانے کے لیے استعمال کرنا ہے۔"(۱۴)

متن میں عورت اور مرد کی ہر شعبے میں برابری کے معیار کو مرکز میں رکھنے کی سفارش پیش کی گئی ہے۔ ہر اعتبار سے بالخصوص برصغیر کے خطے کے لیے مگر سوال یہ اٹھتا ہے کہ اکیسویں صدی میں قدم رکھتے ہوئے بھی ابھی تک برصغیر کے لکھاری، تنقید نگار اور استاد اس بات پر زور کیوں دے رہے ہیں کہ عورت کو مرد کے برابر سمجھا جائے۔

کشور نسائیت اور انسانیت کے محاذوں پر چو مکھی لڑائی لڑتی رہیں۔ یہ محسوس کرنے کے لیے کہ یہ ایک عورت کی شاعری ہے، کشور ناہید ایک نئی عورت کا روشن پیکر بن کر سامنے آتی ہیں۔ جسے اپنی طاقت کا احساس ہے اور وہ اس شبِ ظلمت میں اپنے جینے اور جیتے رہنے کا حق مانگتی ہے۔ ان کی تخلیقات میں ایک ایسی عورت سانس لیتی نظر

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
**Volume 5, Issue 4, (Oct to Dec 2024)**
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-IV)urdu-15

آتی ہے جس کے اندر معاشرے کے خلاف غصہ کھول رہا ہے۔ یہ ساری نفرت اور غصہ مرد سماج کی بالا دستی کے خلاف ہے غور طلب بات ہے کہ دنیا مریخ میں زندگی کے آثار ڈھونڈنے میں مصروف ہے اور پاکستانی نقاد ابھی تک یہ شعور دِلانے میں سوفی صد کامیاب نہیں ہو سکے یا یہ معاشرہ اس قدر لاعلم ہے کہ ابھی تک یہاں عورت کو مرد کے مساوی بنیادی حقوق دینے اور عورت کو اپنی علمی، تحقیقی صلاحتیں سنوارنے کے لیے سفارشات درکار ہیں۔ آخر ابھی تک یہ فکر، یہ سوچ اتنی محدود کیوں؟ کیوں ایک معاشرہ عورت کو وہ مقام دینے سے گھبراتا ہے جو مرد کو دے رکھا ہے۔ یا شاید ایسا معاشرہ ابھی تک عورت کے انسان ہونے پر حیرت زدہ ہے؟

حوالہ جات


۱. قاضی افضال حسین، تحریک اساس تنقید، ایجوکیشنل بک ہاؤس یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ، ص۱۹

۲. کشور ناہید، ادب اور نسائیت (مضمون)، مشمولہ: فیمینزم اور ہم، مرتبہ: ڈاکٹر فاطمہ حسن، انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی، ۲۰۱۸ء، ص۲۶

۳. فاطمہ حسن، فیمینزم اور ہم، وعدہ کتاب گھر، کراچی، ۲۰۰۵، ص۳۸

۴. کشور ناہید، عورت خواب اور خاک کے درمیان، سنگِ میل پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص۵۵

۵. ایضاً، ص۵۵

۶. ایضاً، ص۶۱

۷. ایضاً، ص۷۶

۸. ایضاً، ص۱۰۵

۹. ایضاً، ص۱۱۳

۱۰. ایضاً، ص۱۱۴

۱۱. رشید امجد، کشور ناہید ایک چیلنج، مشمولہ، "نئے زمانے کی برہمن"، مرتب، اصغر ندیم سید، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء۔ ص۲۰۶

۱۲. ایضاً، ص۱۳۰

۱۳. ایضاً، ص۱۴۹

۱۴. ایضاً، ص۱۵۷